AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

اصلاحِ معاشرہ کے لیے انبیاء کے اسالیب اور رشد وہدایت: قرآن کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Prophetic Methods for Societal Reform and the Teachings of Guidance: A Study in the Light of the Qur'an

Farida Noreen
PhD Scholar, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore,
Visiting Lecturer Islamic Studies, University of the Education, Lahore
faridanoreen53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0009-5486-4510

Hafiz Muhammad Abdullah
PhD Scholar, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore / SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK, hafizmuhammadabdullah53@gmail.com,
https://orcid.org/0009-0001-7167-8164

Muhammad Naimat Ullah
PhD Scholar, Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore / Librarian, Govt. Mines Labour Welfare Boys Higher Secondary School, Makerwal Mianwali
Email: muhammadnaimatullah53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0004-9412-1686

Abstract

The reform of human society has remained a central aim of prophetic missions across the ages, as reflected consistently in the Qur'anic narratives. This study investigates the diverse methods adopted by prophets (peace be upon them) for moral, spiritual, and social transformation, focusing specifically on the guidance provided in the Qur'an. Prophetic strategies—ranging from compassionate dialogue, parables, and rhetorical persuasion to firm counsel and symbolic expressions—were not merely reactive but proactive, aimed at reorienting individuals and communities toward justice, compassion, and divine obedience. The Qur'an presents these methods as context-sensitive, tailored to the intellectual, cultural, and emotional state of each community. This paper explores key Qur'anic episodes that demonstrate how prophets conveyed truth, challenged injustice, and cultivated ethical reform without coercion. Special attention is given to the exemplary methodology of Prophet Muhammad ﷺ, whose Qur'anic communication combined mercy, wisdom, and psychological insight. The findings of this research highlight that Qur'anic models of prophetic discourse offer a timeless framework for addressing contemporary challenges in religious instruction, ethical leadership, and social justice. Thus, the study contributes to a deeper understanding of how divine communication operates as a transformative force in the moral elevation of human societies.

Keywords: Prophetic Rhetoric, Societal Reform, Islamic Communication, Moral Guidance, Sermons, Dialogue, Prophet Muhammad ﷺ

تمہید:

" انسانی تاریخ کا مطالعہ اس امر پر شاہد ہے کہ جب بھی انسان اخلاقی انحطاط، فکری انجماد، اور روحانی گمراہی کا شکار ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انبیائے کرامؑ کو بھیجا تاکہ وہ بنی نوع انسان کو اصلاح وہدایت کی راہوں پر گامزن کریں۔ نبوت کا بنیادی مقصد انسان کو اس کے خالق سے جوڑنا، اس کے باطن کو پاک کرنا، اور معاشرتی برائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے نہ صرف عقیدۂ توحید کو مستحکم کیا بلکہ سماجی ناانصافیوں، جاہلیت کے مظاہر، اور اخلاقی زوال کے خلاف زبانی اور عملی جدوجہد کی۔ انبیائے کرامؑ کی دعوت میں جو اسالیب نمایاں طور پر اختیار کیے گئے، وہ صرف مذہبی تعلیمات تک محدود نہ تھے بلکہ ان میں ایسی جامعیت تھی کہ وہ انسان کی عقل، جذبات، نفسیات، اور اجتماعی شعور کو بیک وقت مخاطب کرتے تھے۔ وعظ، خطاب، مکالمہ، تمثیل،

CC BY

مناظراتی انداز، علامتی اظہار اور قسموں کا استعمال—یہ سب انبیاء کی حکمتِ دعوت کا حصہ تھے جنہوں نے اقوام کی سوچ بدل دی اور ان کے دلوں کو ربانی پیغام کے لیے ہموار کیا۔ یہی وہ انقلابی خطابت تھی جس نے مردہ ضمیروں کو جگایا اور بگڑے ہوئے معاشروں کو راہِ ہدایت دکھائی۔ بالخصوص خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی خطابت، حکمتِ تدریس، اور اندازِ اصلاح مثالی نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ نے مکہ کی سنگدل اور جاہل قوم کو اپنی فصاحت، تحمل، رواداری، اور نفسیاتی حکمتِ عملی سے بدل کر ایک باکردار امت میں ڈھالا۔ آپ ﷺ کی دعوتی روش نے فردی اصلاح سے لے کر اجتماعی فلاح تک کا ایک ایسا جامع نظام فراہم کیا جو آج بھی ہر اصلاحی تحریک کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ تحقیق اسی پس منظر میں انبیاء کے دعوتی اسالیب کا تجزیاتی مطالعہ ہے، جس کا مقصد یہ سمجھنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے مختلف معاشرتی حالات میں کن اسالیب کو اختیار کیا، اور آج کے دور میں مذہبی خطابت اور فکری اصلاح کے لیے ان اسالیب سے کس قدر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

تعارف

انبیاء کرام علیہم السّلام کے اُسلوب میں نرمی اور سختی دونوں پہلو شامل ہوتے رہے ہیں۔ اُسلوب میں نرمی اور سختی دونوں ہی لازم وملزوم ہوتی ہے۔ دونوں کے بغیر وعظ و نصیحت ناممکن ہوتا ہے۔ اس حوالے سے انبیاء کرام علیہم السّلام کا تعلق نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہت گہرا ہے تمام انبیاء کرام آپس میں بھائی بھائی ہیں سب ایک اللہ کی عبادت کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اصلاح احوال میں سب کا اُسلوب ایک جیسا رہا ہے۔ سب اپنی اُمتوں کو نیک کام کی ترغیب دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے رہے ہیں۔ اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہے ہیں۔ سب قیامت کے دن حساب وکتاب کا بتاتے رہے ہیں۔ اپنی اُمت کے لوگوں کے دِلوں میں تقوٰی پیدا کرتے رہے ہیں۔ دِلوں کا تزکیہ نفس کرتے رہے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السّلام کو مختلف دینی کتابیں اور صحیفے دیے جن میں شریعی احکامات بھی مختلف تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو آخری نبی ﷺ بنایا گیا اور آپ ﷺ کو مکمل دین عطا فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کی شریعت کو قیامت تک باقی رکھا گیا۔ آپ ﷺ کو مسجد اقصٰی میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی امامت عطا فرمائی گئی۔ جس سے آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو فضیلت دی گئی۔

تمام انبیاء کرام علیہم السّلام آپ ﷺ کی آمد کی پیشن گوئیاں بھی کرتے رہے ہیں اور آپ ﷺ کی اُمت میں شامل ہونے کی دُعائیں بھی مانگتے رہے ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی دُعا قبول ہوئی ہے حضرت عیسٰی اور حضرت خضر علیہم السّلام کو آپ ﷺ کی اُمت میں شامل کیا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہم السّلام پانی کے نبی ہیں اور قیامت تک زندہ رہے گئے مگر اب آپ ﷺ کی اُمت میں اُمتی کی حیثیت سے ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو اللہ نے (یہودیوں کی قتل کی ناپاک سازش کو ناکام بنا دیا تھا) آسمانوں میں اوپر اُٹھالیا تھا۔ قیامت کے قریب آپ ﷺ کی اُمت میں اُمتی کی حیثیت سے شامل ہونگے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام اپنی اُمت کے اصلاح واحوال میں مختلف طریقے اپناتے رہے ہیں۔ اصلاح احوال کے لیے ایک اہم ذریعہ تقریر اور اسلوب ہے۔ اُسلوب انسان کا حسین ترین زیور اور اہم ترین ہتھیار ہے اس نے حیات انسانی میں موثر کردار ادا کیا ہے اور تمام انبیاء کرامؑ سب اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اسلوب سے کام لیتے رہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام مجمع عام کو دعوت دیتے وقت خطبہ کا طریقہ کار اپناتے تھے اور ایسی تقریر کرتے تھے جو سامعین میں ہیجان پیدا کردیتیں تھی۔ حضرت محمد ﷺ کے اُسلوب دعوتِ اصلاح میں صبر و استقامت اور عملی کردار کے ذریعے، انسانیت کی نفسیات مدد اور رہنمائی کے ذریعے، عفو و درگزر، تحمل وبُردباری کے ذریعے، جامع گفتگو، اخلاقِ حسنہ، آپ ﷺ کے باہمی گفتگو کا اُسلوب، اشاراتی اُسلوب، اعراض کا انداز و اُسلوب، تمثیلی اُسلوب، نرمی کا انداز و اُسلوب اور آپ ﷺ کے مخاطبین کی نفسیات اور آپ ﷺ کے خطاب کی خصوصیات شامل ہیں۔۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا انداز اسلوب

اسلوب سے مراد ایسا بیان ہے جس میں زبان کی شستگی، الفاظ کا شکوہ، جزبات کی فراوانی اور استدلال کی قوت سب یکجا ہو کر کلام کو موثر بناتے ہیں۔ یہ ایک ایسا فن ہے جس سے مخاطبین کو قبولیت حق پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلوب انقلاب کے لیے روح کی حیثیت رکھتا ہے اور تاریخ کا رخ موڑنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلوب انسان کا حسین ترین زیور اور اہم ترین ہتھیار ہے اس نے حیات انسانی میں موثر کردار ادا کیا ہے اور تمام انبیاء کرامؑ سب اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اسلوب سے کام لیتے رہے۔ اصلاح احوال کے لیے ایک اہم ذریعہ تقریر اور اسلوب ہے۔ انداز اسلوب یعنی طریقہ کار اپنے کلام میں ندرت اور نیا پن پیدا کرنا۔ اصلاح احوال میں طریقہ کار کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مجمع عام کو دعوت دیتے وقت خطبہ کا طریقہ کار اپناتے اور ایسی تقریر کرتے جو سامعین میں ہیجان پیدا کردیتیں۔ یہ خطبات مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ کچھ خطبات دینی عبادتوں سے متعلق ہوتے، کچھ لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے انہی خطبات کی وجہ سے ان لوگوں کی زندگیاں یکسر بدل گئیں، کیونکہ خطبہ ایک فن ہے۔ خطبہ زبان کے موثر اور خوبصورت استعمال کو کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا بیان ہے جس میں ایسے دلائل کو یکجا کردیا جاتا ہے کہ جو کلام کو موثر بنا دیتے ہیں یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے روح انسانی میں انقلاب آجاتا ہے اور مخاطبین کو قبولیت حق پر آمادہ کرتا ہے اور ان کے ذہن ودل کو مطمئن کردیتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اسلوب کے مختلف انداز:

دعوت دین میں طریقہ دعوت کی بڑی اہمیت ہے انبیائے کرام علیہم السلام نے مختلف اسلوب کو اس لیے اپنایا کیونکہ خطاب کرتے وقت انبیاء کرامؑ ایسے طریقے اختیار کرتے تھے جس سے انکے خیال میں بات زیادہ موثر ہو جاتی تھی۔ یعنی لوگوں کے رجحانات اور ان کی نفسیات کو خاص طور پر مد نظر رکھتے تھے کبھی باہمی گفتگو کا طریقہ اپنایا کبھی تمثیلی انداز سے کبھی مناظرانہ اسلوب، کبھی اعراض واشاراتی اسلوب اور کبھی قسم کے الفاظ سے خطاب فرماتے اور مختلف اسالیب کو اپناتے ہوئے معاشرہ کے اعلٰی طبقات سے خطاب کرتے تاکہ ان کی اصلاح کو قوم کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جائے۔

باہمی گفتگو کا اسلوب

انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی بات بہتر طور پر ذہن نشین کرانے کے لیے گفتگو کا اسلوب بھی اختیار کیا۔ مکالماتی انداز سامع کی توجہ اپنی طرف مبزول کراتا ہے اس میں اپنائیت کا احساس پایا جاتا ہے۔ مخاطب جلد بات اخذ کرتا اور اس سے اثر قبول کرتا ہے توجہ وانہماک اور دعوت وتربیت کے لیے یہ اصول بہت کارگر ہے۔ اس سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ لوگ پوری طرح متوجہ رہتے اور

CC BY

گفتگو میں دلچسپی لیتے ہیں انہیں غور وفکر کرنے کا موقع ملتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صلاحیت نکھرتی اس طرح حقائق کو بہت ہلکے پھلکے انداز میں ذہنوں میں بٹھادیا جاتا اور لوگ نفسیاتی طور پر اس چیز میں کشش محسوس کرتے۔ اسلوب گفتگو دعوت دین میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ تربیت و تبلیغ میں اس اصول کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا باہمی گفتگو کا اسلوب

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بتوں کی پوجا سے منع فرمایا تو وہ کہنے لگے کہ تم ہمارے بتوں سے بغاوت کرتے ہو تم تو بالکل گمراہ معلوم ہوئے ہو۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۝[1] ہم تمہیں صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

یہ چند شخص جو تمہارے پیچھے ہو لیے ہیں بہت ذلیل اور ادنی درجہ کے لوگ ہیں کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم ان کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں ہمیں تو تم جھوٹے معلوم ہوتے ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی اس گستاخی پر بھی انتہائی شفقت اور حلم کا مظاہرہ کیا اور اس کے جواب میں کہا:

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ۝[2]

"اے قوم مجھ میں تو کسی طرح کی گمراہی نہیں بلکہ میں پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں"۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور شرک کا بطلان کیا تو قوم سے فرمایا کہ بھلا مٹی اور پتھر کے بت صاحب اختیار ومالک وحاکم ہو سکتے ہیں یہ تم کس گمراہی میں پڑے ہوئے ہو تم تو محض افترا و کذب میں پڑے ہوئے ہو تو اس کے جواب میں قوم نے کہا:

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَ إِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۝[3]

اور ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں

تو اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ۝[4]

"اے میری قوم مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں"۔

اگر کوئی اور ہوتا تو بے وقوف کہنے پر بگڑتا، لیکن یہ پیغمبرانہ شان نہیں ہے بلکہ آپؑ نے کمال حلم کے ساتھ فرمایا کہ میں حماقت میں نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کا باہمی گفتگو کا اسلوب

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام جن کی بنیادوں پر رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں اسلام کی عمارت تعمیر ہوئی خاص طور پر اس وصف سے سرفراز ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت پرست تھے۔ آپؑ نے انہیں ہر طرح سے سمجھایا اور چاہا کہ عذاب الہی سے بچ جائیں۔ انہوں نے اس کافر باپ کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم سہے لیکن شفقت ومحبت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بردباری اور نرمی کا رشتہ ان کے ساتھ رہا اور اس وقت تک اس کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے جب تک انہیں پوری مایوسی نہیں ہوگئی۔ سورۃ التوبۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚإِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ۝[5]

"اور نہ تھا ابراہیم (علیہ السلام) کا باپ کے لیے دعا مانگنا مگر ایک وعدہ سے جو ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کر لیا تھا پھر جب انکو معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو باپ سے دستبردار ہو گیا بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے"۔

مزید سورۃ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم نرم دل تھے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ۝[6] "بے شک ابراہیمؑ بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے"۔

تمام انبیاءؑ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی اپنی اپنی قوم کے جھٹلانے کے باوجود انہوں نے بردباری سے کام لیا اور نرمی سے انہیں سمجھاتے رہے اور اپنی گفتگو کو کبھی سختی کے سانچے میں نہ ڈالا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے گفتگو کے لیے بھیجتے ہوئے ہدایت کی گئی کہ نرمی سے بات کرنا، اسی طرح سورۃ طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ۝[7] اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا باہمی گفتگو کا اسلوب

حضرت شعیب علیہ السلام نے مخاطبین کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف توجہ دلائی پھر دعوتِ حق کا جواز پیش کیا۔ سورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭاِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭوَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭاِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝[8]

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا بھی کی ہو مجھے اپنی جناب سے عمدہ روزی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں (نیز) نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح اور درستی جہاں تک میرا بس ہے اور نہیں میرا راہ پانا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! ہرگز نہ اکسائے تمہیں میری عداوت (اللہ کی نافرمانی پر) مبادا پہنچے تمہیں بھی ایسا

cc BY

عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح (علیہ السلام) یا قوم ہود (علیہ السلام) یا قوم صالح (علیہ السلام) کو۔ اور قوم لوط (علیہ السلام) تو تم سے کچھ دور نہیں۔ اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان) سے رجوع کرو اسکی طرف بیشک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنیوالا ہے ۔

صفتِ شفقت و محبت اور نرمی سے تمام انبیاء علیہ السلام متصف فرمائے گئے انہوں نے اپنی قوم کی تعلیم و تربیت بہت نرمی و محبت سے کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا انداز و اسلوب:

حضرت نوحؑ کے طریق اسلوب میں چند موڑ قابل غور ہیں، ایک انذار، دوسری عظمت الٰہی کا اثبات اور اس کے دلائل تیسرے اخلاص اور بے لوثی اور چوتھے مخاطبین کے لیے نرمی و محبت۔

انذار:

انذار کا تعلق دعوت الی اللہ کے انکار سے ہے کیونکہ اس کے انکار سے جو نتائج مرتب ہوں گے ان کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی۔ دعوت کا انکار اس دنیا میں عذاب الٰہی کا مستوجب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا انبیاء کی اولین ترجیح یہ تھی کہ وہ اپنے مخاطبین کو عذاب الٰہی سے خبر دار کریں انہیں اس بے فکری اور غیر ذمہ داری کے نتائج سے آگاہ کریں جس کی وجہ سے وہ دعوت کو قبول نہیں کر رہے۔ قرآن مجید حضرت نوحؑ کے انذار کا ذکر کرتے ہوئے مختلف پیرایوں کو بیان کرتا ہے۔ سورۃ نُوح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۞ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞[9]

"یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دو (اور خبر دار کر دو) اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آجائے۔ (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں"۔

سُورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

حضرت نوحؑ اپنے آپ کو متعارف کرتے ہوئے نذیر کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۞[10]

"یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں۔ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے"۔

عظمت الٰہی کا اثبات:

حضرت نوح علیہ السلام کے اسلوب دعوت کا دوسرا اہم نکتہ عظمت رب کو ذہن نشین کرانا تھا۔ چونکہ تمام گمراہیوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ سے روگردانی اور اس کی عظمت سے ناواقفیت اور غیر اللہ کی تعظیم ہے۔ شیطان کی جملہ سرگرمیوں کا محور یہ ہے کہ نسل آدم اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرے اور غیر اللہ کی تعظیم کرے۔ قوم نوحؑ نے شرک کی جو روش اختیار کی تھی وہ غیر اللہ کی عبادت میں جس طرح مصروف ہو گئی تھی اس پر اسے متنبہ کرنے کے لیے حضرت نوحؑ خوبصورت استدلال کرتے ہیں، دعوت کے اس انداز میں دونوں پہلو ہیں۔ سادہ بیان بھی ہے اور اس بیان کے حق میں دلائل بھی۔ سُورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۞[11]

"ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں"۔

اس بات کو کئی جگہوں پر دہرایا گیا ہے جس میں قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دی گئی ہے اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اخلاص و بے لوثی:

حضرت نوح علیہ السلام کے اسلوب دعوت کا تیسرا پہلو ان کا اخلاص اور بے لوثی ہے۔ قرآن مجید نے اس اخلاص و بے لوثی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔ سُورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۞[12]

اے میری قوم میں اس (نصیحت) کے بدلے میں تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں۔ میرا صلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے"۔

دوسری جگہ پر سُورۃ یُونس میں فرمایا:

فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۞[13]

"اگر تم نے منہ پھیر لیا تو (تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداری میں رہوں"۔

اس اخلاص اور بے لوثی کا اظہار وہ چیلنج ہے جو ہر نبی نے اپنے کردار کے حوالے سے اپنے مخالفین کو دیا۔

نرمی و محبت:

حضرت نوح علیہ السلام کے اسلوب دعوت میں ایک اہم نکتہ مخاطبین کے لیے نرمی و محبت ہے۔ داعی کا شفیق ہونا بہت ضروری ہے بلکہ داعی کو یہ یقین دہانی بھی کرانی ہوتی ہے کہ اسے ان سے ہمدردی و خیر خواہی ہے اور دعوت کو قبول کرنے میں انکی بھلائی۔ نرمی اور محبت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت نوحؑ قوم کے رویے سے نالاں اپنے رب کے ساتھ دعوتی سرگرمیوں کا ذکر جس طرح سرگرمیوں کا ذکر جس طرح کرتے ہیں وہ ان کی نرمی و محبت کا کھلا ثبوت ہے۔ سُورۃ نُوح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

CC BY

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۞ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۞ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۞ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۞ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۞ [14]

" (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے۔ مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں با آواز بلند بلایا۔ اور بیشک میں نے ان سے علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی"۔

حضرت نوح علیہ السلام کا یہ کام ساڑھے نو سو برس تک کرتے رہے۔ اخلاص و بے لوثی اور نرمی و محبت کی یہ انوکھی مثال ہے۔ قوم کے استکبار و اعراض کے باوجود حضرت نوحؑ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب الٰہی کے مستحق بن جائیں۔ جس انداز سے بھی انہیں مطمئن کیا جاسکتا تھا وہی اختیار کرتے رہے۔ قرآن اس پر شاہد عادل ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۞ [15]

"اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے۔"

اتنا عرصہ مسلسل دعوت دیتے رہنا اور ان کی اصلاح کے لئے کوشاں رہنا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کام اخلاص، ہمدردی و خیر خواہی اور نرمی و محبت کے بغیر ممکن نہیں۔

مناظرانہ و مباحثہ کا انداز و اسلوب

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مباحثہ کے دوران درج ذیل طریقہ اختیار کیا۔ اللہ کے احسانات کا اظہار اور اپنی کم مائیگی کا تذکرہ۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی اصلاح میں دن رات مشغول رہے انہوں نے اپنی قوم کو سچے مذہب کی دعوت دی، لیکن قوم نے بحث شروع کر دی۔ حضرت نوحؑ نے بحث کے دوران اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اظہار کیا۔ قرآن مجید اس کی حکایت یوں کرتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۞ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ [16]

بیشک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو انھوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اللہ کے سوا بیشک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔ اور ان کی قوم کے سرداروں نے کہا (اے نوح!) ہم دیکھتے ہیں تمہیں کھلی گمراہی میں۔ آپ نے کہا اے میری قوم! نہیں ہے مجھ میں ذرا گمراہی بلکہ میں تو رسول ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے۔ پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمہیں اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعہ جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (غضب الٰہی سے) اور تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ کافی بحث و تکرار کے بعد کہنے لگے اے نوحؑ اب ہم سے جنگ و جدل اور مباحثہ نہ کر اور ہمارے اس انکار پر اپنے خدا کا جو عذاب لاسکتا ہے لے آ۔ سورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۞ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۞ [17]

"وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے آئیگا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے"۔

حضرت ھود علیہ السلام کا انداز و اسلوب:

حضرت ھود علیہ السلام کا انداز دعوت اخلاص اور بے لوثی کا مظہر تھا۔ وہی انداز اور وہی الفاظ جو نوح علیہ السلام کی دعوت کے سلسلے میں بیان کئے گئے ہیں۔

نصیحت:

قرآن کی روشنی میں حضرت ھود علیہ السلام نے نصیحت کے انداز کے ذریعہ اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ حضرت ھود علیہ السلام کے دن اور رات جدوجہد، محنت، نصیحت کو آپ کی قوم نے تسلیم نہیں کیا۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَ أَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۞ [18]

"تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔"

اسی طرح سورۃ الشعراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۞ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۞ [19]

"میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو!"

OPEN ACCESS

بے لوثی:

قرآن نے حضرت ھود علیہ السلام کی وعظ و نصیحت کو بے لوث قرار دیا ہے۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝[20]

"میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے۔"

سُورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًاۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِيۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝[21]

"اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔"

حضرت ھود علیہ السلام کے اخلاص اور بے لوثی کے باوجود آپ کی قوم نے دعوت کو قبول نہیں کیا۔ ایک قلیل تعداد نے حضرت ھودؑ کی بات مانی اور اکثریت نے انکار کی راہ اختیار کی۔

اعراض کا انداز و اسلوب:

حضرت ھود علیہ السلام پیغام حق لوگوں تک ان کی نفسیات کے مطابق پہنچاتے رہے مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی رہی اور انہوں نے معجزات دیکھنے کے باوجود از راہِ عناد کہا کہ تم نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تم نے ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی کی ہے اس کی وجہ سے تم جنون میں مبتلا ہو گئے ہو۔ حضرت ھود علیہ السلام نے یہ سب کچھ سن کر اعراض کا طریقہ اختیار کیا اور فرمایا، سُورۃ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝[22]

"میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں جن کو تم اللہ کا شریک مانتے ہو ان سے بری اور بیزار ہوں۔"

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کر دیا میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہاری بھی۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے پھر اگر تم پھیرتے ہو تو پھیر لو مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ میں نے تم تک پہنچا دیا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا انداز و اسلوب:

بے لوثی:

حضرت ہود علیہ السلام کی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے اس امر کا اعلان کیا کہ وہ اپنی قوم کی اصلاح کے لئے دعوت جو دیں گے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور قوم کی خیر خواہی کے لئے دیں گے۔ قرآن مجید نے سُورۃ الشعراء میں ان کا بیان نقل کرتے ہوئے کہا۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝[23]

"میں تمہارے لیے رسول امین ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا بدلہ تو جہانوں کے رب پر ہے

اللہ کے انعامات کی طرف توجہ دلانا

قوم ثمود کی گمراہی کا بڑا سبب ان کی خوشحالی تھا، لہٰذا صالح نے انہیں اللہ کی نعمتوں کا احساس دلاتے ہیں اور بغاوت سے روکتے ہیں۔ سُورۃ الاعراف اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝[24]

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تمہیں جانشین عاد کے بعد اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں تم بناتے ہو اس کے میدانی علاقوں میں عالیشان محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں مکانات سو یاد کرو اللہ کی نعمتیوں کو اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔

بحث و تمحیص میں مدلل انداز:

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی گمراہی کا بڑا سبب ان کی خوشحالی تھی لہٰذا صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس دلایا اور اس واحد ذات کی طرف بلایا جس نے انہیں یہ سب عطا کیا انہوں نے سخت مخالفت کی اور بحث و مباحثہ میں پڑھ گئے کہنے لگے کہ تم ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتے ہو جس کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں قرآن نے سُورۃ ھود: میں اس کا ذکر یوں کیا ہے:

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَاۖ أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَ إِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝[25]

"انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے، کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے، ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔"

حقیقت میں ان لوگوں کو دعوت حق کی صداقت اس کے واضح دلائل اور داعی کی پاکیزہ شخصیت قبولیت حق پر مائل کرتی تھی جب کہ آباؤ اجداد کی مشرکانہ روایات ان سے وفاداری کا مطالبہ کرتی تھی نفسیاتی طور پر لوگ الجھن کا شکار تھے۔ صالح علیہ السلام نے ان کے نفس کو مطمئن کرنے کے لیے ہر انداز اختیار کیا۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿[26]

"اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو، پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کرلی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انداز و اسلوب:

سوال و جواب کا اسلوب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور باپ کے سامنے موثر انداز خطابت کے ساتھ دعوت کے حق میں دلائل دیئے۔ قرآن نے سُورۃ الشعراء میں انہیں مندرجہ ذیل آیات میں نقل کیا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿[27]

اور انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ سناؤ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ کچھ بت ہیں جن کی ہم عبادت کرتے ہیں، ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا۔ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفاعطا فرماتا ہے اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔"

سوال و جواب کا یہ اسلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرز استدلال کی خصوصیت ہے۔

نرمی و محبت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام جن کی بنیادوں پر رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں اسلام کی عمارت تعمیر ہوئی خاص طور پر اس وصف سے سرفراز ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت پرست تھے۔ آپ نے انہیں ہر طرح سے سمجھایا اور چاہا کہ عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔ انہوں نے اس کافر باپ کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم سہے لیکن شفقت و محبت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بردباری اور نرمی کا رشتہ ان کے ساتھ رہا اور اس وقت تک اس کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے جب تک انہیں پوری مایوسی نہیں ہوگئی۔ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ سُورۃ التوبۃ میں فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿[28]

"اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے، واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔"

پھر قوم لوط کی بربادی کی خبر پا کر وہ اللہ سے عرض و معروض کرتے ہیں سُورۃ ھود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿[29] "یقیناً ابراہیم بہت تحمل والے نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔"

ایک آدمی نے بار بار سوال کیا کہ مجھ کو نصیحت فرمائیں آپؐ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کرو غصہ آ بھی جائے تو ضبط کر لیا کرو۔

تمام انبیاءؑ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی اپنی اپنی قوم کے جھٹلانے کے باوجود انہوں نے بردباری سے کام لیا اور نرمی سے انہیں سمجھاتے رہے اور اپنی گفتگو کو کبھی سختی کے سانچے میں نہ ڈالا۔

قوم کو دعوتِ اسلام اور مناظرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام باپ سے بالکل مایوس ہوگئے تو علیحدہ ہو کر تن تنہا تبلیغ حق میں کوشاں ہوگئے اور مشرک قوم کے سامنے توحید کی تعلیم اور دین مبین کی دعوت پیش کی اگرچہ قوم کی بدتمیزیوں کا آپ کو سخت مقابلہ کرنا پڑا، لیکن اس کے باوجود آپؑ نے بڑی حاضر دماغی، ذہانت، حسن بیان اور ان کی نفسیات کے مطابق ان سوالات کے جوابات دیے اور ایسے ایسے دلائل پیش کیے کہ کفار سے کچھ جواب نہ بن سکا۔ آپؑ نے اپنی دعوت حق کو وسیع کر لیا پوری قوم کو مخاطب بنالیا مگر قوم اپنے باپ دادا کے دین کو کیا چھوڑنے والی تھی۔ اس نے ابراہیم علیہ السلام کی ایک نہ سنی اور دعوتِ حق کے سامنے اپنے باطل معبودوں کی طرح گونگے، اندھے اور بہرے بن گئے۔ جیسا کہ سُورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے سوال کیا اور فرمایا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿[30]

"جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟" قوم نے جواب میں کہا: قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿[31] "سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿[32] "آپؐ نے فرمایا! پھر تو تم اور تمہارے باپ دادا سبھی یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔" قوم نے حیران ہو کر پوچھا: قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿[33] کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا :

OPEN ACCESS
CC BY

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَ أَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۞[34]

آپؑ نے فرمایا نہیں در حقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی اور مدلل انداز سے ان کو سوالات کے جوابات دیئے۔ ممتاز علی 'تذکرہ انبیاء' میں فرماتے ہیں کہ

ایک داعی حق کے لیے ضروری ہے کہ مخاطبین کی طبیعت، ذہینیت، قوت جذب اور استعداد قلبی کا اندازہ لگا کر تبلیغ کرے لوگوں کی نفسیات کو سمجھے بغیر دعوت و تبلیغ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے نبی بڑے نباض اور فرض شناس ہوتے ہیں وہ وقت اور موقع کی مناسبت سے بات پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ علمی دلائل سے قوم مطمئن نہیں ہوتی تو آپؑ نے ایک اور سبق دینے کا فیصلہ کیا تا کہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور ایمان لانے پر آمادہ ہو سکیں۔[35]

آپؑ نے ایک دن موقع پا کر جبکہ تمام لوگ میلے پر گئے ہوئے تھے ان کے بت خانے میں گھس گئے اور انہیں دیکھ کر کہا، سُورۃ الصافات میں ہے کہ

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۞ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ۞ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۞[36]

"آپ (چھپ چھپاتے) ان کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے ہو۔ پھر تو (پوری قوت کے ساتھ) دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے۔" سُورۃ الانبیاء میں ان سے یہ کہا اور

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۞[37]

پس اس نے ان سب کے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لئے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔"

لوگ جب لوٹ کر آئے اور اپنے چہیتے معبودوں کی یہ گستاخی ہوئی دیکھی تو حیران رہ گئے مجرم کا پتہ چلانا کوئی مشکل کام نہ تھا کہ یہ کام سوائے ابراہیمؑ کے کوئی اور نہیں کر سکتا سو انہیں بلایا گیا اور پوچھا: قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ۞[38] کہنے لگے! اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ ۞[39] "آپؑ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔" وہ دل میں شرمندہ ہوئے مگر کہنے لگے کہ تم جانتے ہو یہ بولتے نہیں آپ کو تربیت کا اس سے بہتر اور کیا موقع مل سکتا تھا فوراً فرمایا:

قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۞ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۞[40]

"اللہ کے خلیل نے اسی وقت فرمایا افسوس! کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟"

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

"اس پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک کیا وہ تو الگ بات ہے البتہ اس بات نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور اپنے بے جان و خود ساختہ خداؤں کی حقیقت ان کے سامنے آگئی اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کیا واقعی یہ معبود بننے کے لائق ہیں ابو الانبیاء کا انداز سخن ایسا تھا کہ سب کی گردنیں جھک گئیں جوش انتقام سے تمتماتے ہوئے چہرے فرطِ ندامت سے زرد پڑ گئے لیکن جو قوم قبول حق کی استعداد کھو چکی ہو اس پر کوئی دلیل اثر نہیں کرتی"۔[41] سُورۃ الانبیاء: میں انہوں نے صرف اتنا ہی کہا:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَ انصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۞[42]

کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔

بادشاہ وقت کو دعوتِ حق اور اس سے مناظرہ:

جب حضرت ابراہیم نے بادشاہ وقت کو اللہ کی وحدانیت کا پیغام حق پہنچایا تو اِس نے آپ علیہ السّلام سے مناظرہ کیا چنانچہ اس مناظرہ کے متعلق سید سلیمان ندوی 'ارض القرآن' میں فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کے ابھی مشورے ہو ہی رہے تھے کہ خبر بادشاہِ وقت تک پہنچی اس وقت عراق کے بادشاہ کا لقب نمرود تھا بادشاہ کو سلطنت کے زعم میں خدائی کا دعویٰ تھا اور وہ اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا اس نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا اس نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے۔ نمرود نے جواب دیا زندگی اور موت ہے۔ نمرود نے جواب دیا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا یہ سن کر وہ منکر ششدر رہ گیا مگر اللہ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا"۔[43]

غلام سرور چٹھہ نے اس مناظرہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ

"سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مجادلہ ہو رہا ہے جو اپنے آپ کو أنا ربکم الاعلیٰ کہتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کی مذمت فرماتے ہیں پھر وہ پوچھتا ہے تمہارا رب کون ہے؟ آپؑ فرماتے ہیں جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے وہ کہتا ہے یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ آپؑ محسوس فرماتے ہیں کہ یہ بڑے موٹے دماغ کا آدمی ہے آپؑ اس کے سامنے ایک اور عجیب دلیل لاتے ہیں کہ میرا رب تو وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ہی اگر خدا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال لا"۔[44]

سُورۃ البقرۃ: میں بتایا کہ اس پر وہ کافر مبہوت ہو گیا۔

CC BY

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ[45] "تب وہ کافر لاجواب ہو گیا۔"

اعراض کا انداز واسلوب:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ معاملہ حد سے آگے بڑھ گیا ہے اور ایک جانب اگر باپ کے احترام کا مسئلہ ہے تو دوسری جانب ادائے فرض اور امر الٰہی کا سوال تو انہوں نے سوچا اور آخر وہی کیا جو ایسے برگزیدہ انسان اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر کے شایانِ شان تھا انہوں نے اس موقع پر اعراض کا اسلوب اختیار کیا۔ محمد عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ

"اے باپ اگر میری بات کا یہ جواب ہے تو آج میرا آخری سلام عرض ہے میں اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور اس کے پیغام کو نہیں چھوڑ سکتا اور کسی حال میں بھی بتوں کی پرستش نہیں کر سکتا میں آج تجھ سے جدا ہوتا ہوں، مگر غائبانہ آپ کے لیے درگاہِ الٰہی میں بخشش کی دعا کرتا رہوں گا تا کہ آپ کو ہدایت نصیب ہو۔ "[46]

اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کا پیغام اپنی تمام قوم تک پہنچا دیا لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے موقف پر ڈٹے رہے تو ابراہیمؑ نے اعراض کا پہلو اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

"اے قوم میں مشرکانہ عقائد سے بری ہوں اور شرک کی زندگی سے بیزار بلاشبہ میں نے اپنا رخ صرف اسی ایک ذات کی جانب کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے میں حنیف ہوں مشرک نہیں۔"[47]

حضرت لوط علیہ السلام کا انداز اسلوب:

حضرت لوط علیہ السلام نے انبیاء سابقین کی طرح ہمدردی، خیر خواہی اور بے لوثی سے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش فرمائی۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے کہ

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۞ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۞ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۞ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞[48]

"یاد کرو جبکہ ان کے بھائی لوطؑ نے ان سے کہا تھا، کیا تم ڈرتے نہیں، میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ "

چونکہ قوم جرائم پیشہ تھی اس لئے حضرت لوط علیہ السلام کے انداز دعوت میں انذار کا پہلو غالب ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ کارِ دعوت میں تنہا ہیں بلکہ بے بسی کی کیفیت بھی نظر آتی ہے۔ جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں ان کے ہاں آتے ہیں اور پوری قوم ان کے گھر پر حملہ آور ہوتی ہے تو قرآن اس صورت حال کی تصویر کشی جن الفاظ میں بیان کرتا ہے اس سے حضرت لوط علیہ السلام کا اضطراب اور بے یار و مددگار ہونا مبرھن ہوتا ہے۔ سورۃ ھود میں ارشاد ہے کہ

قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۞ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۞ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۞[49]

"لوطؑ نے ان سے کہا بھائیو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں کچھ خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ تجھے تو معلوم ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوطؑ نے کہا: کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا یا کوئی مضبوط سہارا ہوتا کہ میں اس کی پناہ لیتا۔ "

تاہم حضرت لوط علیہ السلام نے اپنا مشن جاری رکھا اور اسی بدکار قوم کو مسلسل ٹوکتے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا انداز واسلوب:

حضرت شعیب علیہ السلام کا انداز واسلوب قرآن پاک میں موجود ہے قصص القرآن میں ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے طریق دعوت میں پیغمبرانہ اسلوب پوری طرح جلوہ گر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے، شیریں کلامی، حسن خطابت، طرز بیان میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے، اسی لیے مفسرین ان کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ پس انہوں نے نرم وگرم ہر طریقہ سے قوم کو رشد وہدایت کے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔[50]

حضرت شعیب علیہ السلام کے طریق دعوت میں پیغمبرانہ اسلوب کے تمام اجزاء موجود ہیں۔

بے لوثی:

پیغمبرانہ طریق دعوت میں اولین چیز داعی کی بے لوثی ہے جسے وہ پوری قوت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ حضرت شعیب بھی اسی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی قوم پر اپنی بے غرضی اور خیر خواہی واضح کرتے ہیں۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے کہ

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞[51]

"میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ "سورۃ ھود میں ارشاد ہے کہ

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۞[52]

"اللہ کی دی ہوئی بچت تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور بہر حال میں تمہارے اوپر کوئی نگران کار نہیں ہوں۔ "ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۞[53]

CC BY

”میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے اس پر میرا بھروسہ ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔“

انذار:

حضرت شعیب علیہ السلام پورے زور سے استدلال کرتے ہیں وہ نہ صرف اللہ کے انعام واکرام یاد دلاتے ہیں بلکہ اس کے عذاب سے بھی ڈراتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝[54]

”یاد کرو وہ زمانہ جبکہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔“

نرمی ومحبت:

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی تعلیم وتربیت بہت نرمی ومحبت سے کی۔آپؑ نے مخاطبین کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف بہت نرمی ومحبت سے توجہ دلائی پھر دعوتِ حق کا جواز پیش کیا:

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَن يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝[55]

شعیبؑ نے کہا: بھائیو! تم خود ہی سوچو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر تھا اور پھر اس نے اپنے ہاں سے مجھ اچھا رزق بھی عطا کیا (تو اس کے بعد میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمہارے شریک حال کیسے ہو سکتا ہوں؟) اور میں ہر گز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں۔ میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے اس پر میرا بھروسہ ہے اور ہر معاملہ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے برادران قوم! میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخر کار تم پر وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ھود یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا اور لوطؑ کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۝[56]

”لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اور اس کی ذات کا خوف کرو جس نے تمہیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انداز واسلوب:

نرم گفتگو:

تمام انبیاء کی دعوت کا ایک انداز اسلوب تھا کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو نرم انداز میں دعوت دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی طبیعت کے مالک تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کے پاس دعوت دینے کے لیے بھیجا تو انہیں حکم دیا:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝[57]

”اس سے نرمی سے بات کرنا کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔“

تدبر قرآن میں مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ

” قولا له قولا لينا “ کے ذریعہ طریق دعوت کی ہدایت دی کہ دعوت بہر حال نرمی کے ساتھ دی جائے۔ اس ہدایت کی ضرورت اس پہلو سے نہیں تھی کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سامنے ایک بے بس اسرائیلی کی حیثیت سے نہیں بلکہ خدا کے سفیر کی حیثیت سے جارہے تھے اور ہاتھ میں عصائے موسوی بھی تھا بلکہ لینت ونرمی دعوت حق کی فطرت ہے۔ حضرات انبیاء کی بعثت تعلیم واصلاح کے لئے ہوئی اس وجہ سے ان کی دعوت اور ان کے انداز میں ایک معلم کی شفقت اور ایک غمگسار کی دلسوزی ہمیشہ نمایاں رہی ہے۔ کسی نبی کے متعلق بھی یہ بات علم میں نہیں آئی کہ اس نے ہیکڑی جتائی اور دھونس جمائی ہو۔ سخت سے سخت حالات میں بھی ان کا طرز خطاب اور انداز جواب نہایت ہی نرم، موثر اور ہمدردانہ رہا ہے۔ ہیکڑی جتانا اور دھونس جمانا دنیا پرست لیڈروں کی خصوصیات میں سے ہے۔ موجودہ زمانے کی شیطانی پروپیگنڈے تو سمجھئے ساری بنیاد ہی اس پر ہے۔[58]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور آل فرعون کے انداز فکر اور طرز عمل کا تجربہ تھا اور رب تعالیٰ کے علم میں نہ صرف ماضی وحال کے واقعات تھے بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے حالات بھی تھے اس لئے اس نے اپنے رسول کو نہ صرف حفاظت مہیا کی بلکہ دعوت کے طریقے اور زبان کے بارے میں بھی ہدایات دیں۔ رب تعالیٰ کو موسی علیہ السلام کے مزاج اور انداز بیان کی تیزی کا پتہ تھا اور فرعون کے غرور اور طغیان کا بھی علم تھا اس لئے داعی کو واضح ہدایات دینی ضروری تھیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۝ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝[59]

CC BY

”تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں ڈھیلے نہ پڑنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس کو نرمی کے ساتھ دعوت دو، شاید وہ یاددہانی حاصل کرے یا ڈرے۔“

غالباً یہ ہدایات اس وقت دی گئیں جب موسیٰ علیہ السلام مصر پہنچ گئے اور ہارون علیہ السلام ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ان ہدایات میں دو چیزیں واضح ہیں ایک ذکرِ الٰہی اور دوسرے نرم بات۔ تیسری بات کا تعلق مقصد دعوت یا نتیجہ دعوت سے ہے۔

مناظرہ و مباحثہ کا انداز و اسلوب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو راہ حق پر لانے کے لیے مناظرہ و مباحثہ کا اسلوب بھی اختیار کیا۔ آپؑ نے فرعون سے مباحثہ کے دوران درج ذیل طریقہ اختیار کیا:

اپنی کوتاہی کا کھلے دل سے اقرار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجنے کے وقت جو نرم گفتگو کی ہدایت منجانب اللہ کی گئی تھی اس کی پوری تعمیل کرنے کے باوجود فرعون کا خطاب سیدنا موسیٰؑ سے تھا۔ ارشاد ہے کہ

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۞ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَ أَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۞[60]

”فرعون کہنے لگا کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا تھا؟ اور تم نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہمارے پاس نہیں گزارے؟ اور تم نے وہ حرکت بھی کی تھی (یعنی خبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناشکرے ہو۔“

اب اس موقع پر ان کی نفسیات کے مطابق جواب دیا جو پیغمبرانہ آداب دعوت کا شاہکار ہے کہ اس میں سب سے پہلے تو اس کمزوری اور کوتاہی کا اعتراف ہے جو ان سے سرزد ہو گئی تھی یعنی اسرائیلی آدمی سے لڑنے والے خبطی کو ہٹانے کے لیے ایک مکا اس کو دے مارا تھا جس سے وہ مر گیا یہ قتل ارادتاً نہیں تھا اس لیے پہلے یہ اعتراف فرمایا:

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَ أَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۞[61]

”(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا“

اس کے بعد فرمایا:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۞[62]

”پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا، پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا۔“

مخاطب کی جھنجلاہٹ کا تحمل سے جواب:

سیدنا موسیٰؑ جب فرعون کو جواب دیتے ہیں کہ ہم سب کا رب اور پروردگار ایک اللہ ہے تو وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور کہتا ہے:

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۞[63]

”فرعون نے کہا (لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔“

مجنوں دیوانہ کا خطاب دینے پر بھی موسیٰ علیہ السلام بجائے اس کے کہ اس کا دیوانہ ہوتا اور اپنا عاقل ہونا ثابت کرتے اس طرف کوئی توجہ نہیں کرتے بلکہ رب العالمین کی ایک اور صفت بیان فرماتے ہیں:

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَاۜ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۞[64]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔

یہ مختصر سا نمونہ ہے انبیائے علیہم السلام کے مجادلات کا جو وہ اپنی ضدی قوم کے مقابلہ میں کرتے رہے۔ اپنے مجادلات میں اول سے آخر تک نہ جذبات کا اظہار ہے، نہ مخالف کی بدگوئی کا جواب ہے نہ اس کی سخت کلامی کے جواب میں سخت کلمہ ہے بلکہ مسلسل اللہ جل شانہ کی صفاتِ کمال کا بیان ہے اور مخاطبین کی نفسیات کے مطابق تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

مخاطب کے ظلم و زیادتی کا مناسب انداز میں ذکر:

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مخاطب یعنی فرعون کے ظلم و زیادتی کا مناسب انداز میں ذکر کیا ہے پروفیسر غلام سرور فرماتے ہیں کہ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد فرعون کو اس کے احسان جتلانے کا یہ جواب دیا کہ تمہارا یہ احسان جتلانا صحیح نہیں، کیونکہ میری پرورش کا معاملہ تمہارے ہی ظلم و زیادتی کا نتیجہ تھا کہ تم نے اسرائیلی بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا اس لیے والدہ نے مجبور ہو کر مجھے دریا میں ڈالا اور تمہارے گھر تک پہنچنے کی نوبت آئی۔[65] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۞[66]

”(رہا احسان جتلانا پرورش کا) مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے تو جتا رہا ہے جبکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔“

CC BY

بحث وتمحیص میں مدلل انداز:

اس کے بعد فرعون نے جب سوال کیا۔قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿[67] فرعون نے کہارب العالمین کیا(چیز) ہے؟تو جواب میں فرمایا کہ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ان سب کا اس پر فرعون نے بطورِ استہزاء حاضرین سے کہا۔قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿[68] فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ یہ کیسی بے عقلی کی باتیں کہہ رہا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿[69] (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔عبدالرحمٰن لکھتے ہیں کہ

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساری باتوں کا اعتراف کیا اور قتل کے بارے میں یہ وضاحت کی کہ میں نے دانستہ کوئی قتل نہیں کیا البتہ اس ظالم مصری کو دھمکانے کے لیے ایک گھونسا رسید کیا تھا جس پر اس نے دم توڑ دیا اس سے زیادہ میرا اور کوئی قصور نہیں پھر جب میں نے یہاں سے کوچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری خطا معاف فرمادی اور مجھ کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا ہے میں تجھ کو خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ رب العالمین ہے یہ منکر فرعون حیرت وتعجب سے کہنے لگا موسیٰؑ کیا میرے علاوہ اور بھی کوئی رب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی حقیقت بیان کر۔حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہمارا رب وہی ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور اس ساری مخلوق کو بھی جو ان کے درمیان ہے فرعون اس کا جواب نہ دے سکا۔"[70]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انداز واسلوب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا آغاز ہی معجزہ سے ہوتا ہے۔

معجزانہ اسلوب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی معجزانہ تھی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے کئی معجزانہ کام کرائے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ ان کا پیغام اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے اور انہیں اپنے رب سے خصوصی رابطہ حاصل ہے۔قرآن نے ایک جگہ مریم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے دونوں ماں بیٹا کو اللہ کی نشانی قرار دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿[71]

اور وہ عورت (مریمؑ) جس نے اپنی پاکدامنی کو قائم رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا اور اسے اور اس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے ایک نشانی بنادیا۔

قرآن مجید نے معجزہ کے لئے آیۃ اور بینۃ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرمایا:

وَ آتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَ أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ﴿[72]

"اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے وہ چار ہیں: وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے مردہ کو زندہ کردیتے تھے۔ پیدائشی نابینا کو بینا اور جذامی کو چنگا کردیا کرتے تھے۔ وہ مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک دیتے تھے تو اللہ کے حکم سے اس میں زندگی آجاتی تھی۔ وہ یہ بھی بتادیتے تھے کہ کس نے کیا کھایا اور خرچ کیا اور کیا گھر میں ذخیرہ محفوظ کررکھا ہے؟ قرآن مجید نے ان معجزات کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿[73]

"اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا، کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کردیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتادیتا ہوں، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔"

معلمانہ اسلوب:

ہر پیغمبر بنیادی طور پر ایک معلّم ہوتا ہے جس کا کام خیر کی تعلیم دینا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں خاص علم وحکمت سے نوازتا ہے اور اسی کی بنیاد پر تعلیم دیتے ہیں۔قرآن مجید نے انبیاء کے خصوصی علم وحکمت کی بات کی ہے۔ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے مخاطب ہوئے کہا تھا:

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿[74]

"میرے مہربان باپ! آپ دیکھیئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔"

لوطؑ اور سلیمانؑ کے بارے میں بھی خصوصی علم کی بات ان الفاظ میں کی ہے:

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ﴿[75] "ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھی حکم اور علم عطا کیا۔"

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ﴿[76] "اور ہم نے دونوں (داود و سلیمان) کو حکم اور علم بخشا تھا۔"

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿[77]

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکم اور علم بخشا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

CC BY

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی اسی طرح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ۞[78] ”اور وہ اسے کتاب و حکمت اور تورات و انجیل سکھائے گا۔ “سورۃ الزخرف میں فرمایا کہ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ ۞[79] ”اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزے کو لائے تو کہا۔ کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ جن بعض چیزوں میں تم مختلف ہو، انہیں واضح کردوں۔ “

داعی کا جماعت سے نصرت طلب کرنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طریق دعوت میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ انہوں نے مشکل وقت میں جماعت سے اللہ کے دین کے لیے مدد طلب کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۞[80]

مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا کفر محسوس کرلیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم تابعدار ہیں۔ “

شفقت و نرمی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت میں شفقت و نرمی کے پہلو کو اختیار کیا۔ آپؑ کو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا جو سخت مزاج قوم تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ شفقت و نرمی کا رویہ اپنایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرمی اختیار کرنے کا جو حکم ملا وہ انجیل میں یوں ہے:

ترجمہ: ”اپنے دشمنوں سے محبت کرو۔ عداوت رکھنے والوں سے احسان کرو۔ جو تم پر لعنت بھیجتا ہے اس کو برکت کی دعا دو۔ جو لوگ تمہارے ساتھ برائی کرتے ہیں اور تم کو مارتے ہیں ان کے حق میں رحمت کی دعا کیا کرو۔ “[81]

حوالہ جات

1القرآن، الاعراف، ۷:٦۰

2القرآن، الاعراف، ۷:٦۱

3القرآن، الاعراف، ۷:٦٦

4القرآن، الاعراف، ۷:٦۷

5القرآن، توبہ، ۹:۱۱۴

6القرآن، ہود، ۱۱:۷۵

7القرآن، طٰہٰ، ۲۰:۴۴

8القرآن، ھود، ۱۱: ۹۰_۸۸

9القرآن، نوح ۷۱:۲، ۱

10القرآن، ھود ۱۱:۲٦، ۲۵

11القرآن، الاعراف ۷:۵۹

12القرآن، ھود ۱۱:۲۹

13القرآن، یونس، ۱۰:۷۲

14القرآن، نوح، ۷۱:۹، ۸، ۷، ٦، ۵

15القرآن، العنکبوت ۲۹:۱۴

16القرآن، الاعراف، ۵۹_٦۳ :۷

17القرآن، ھود، ۳۲_۳۳:۱۱

18القرآن، الاعراف، ۷:٦۸

19القرآن، الشعراء، ۲٦:۱۲٦، ۱۲۵

20القرآن، الشعراء، ۲٦:۱۲۷

OPEN ACCESS

CC BY

21القرآن،ھود،۱۱:۵۱

22القرآن،ھود،۱۱:۵۴

23القرآن،الشعراء،۲۶:۱۴۵،۱۴۴،۱۴۳

24القرآن،الاعراف،۷:۷۴

25القرآن،ھود،۱۱:۶۲

26القرآن،ھود،۱۱:۶۳

27القرآن،الشعراء،۲۶: ۶۹تا۸۲

28القرآن،التوبہ،۹:۱۱۴

29القرآن،ھُود،۱۱:۷۵

30القرآن،الانبیاء۲۱:۵۲

31القرآن،الانبیاء۲۱:۵۳

32القرآن،الانبیاء۲۱:۵۴

33القرآن،الانبیاء۲۱:۵۵

34القرآن،الانبیاء۲۱:۵۶

35ممتاز علی، تذکرۃ الانبیاء، شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۵۸، ص ۲۱۰

36القرآن،الصافات۳۷: ۹۱تا۹۳

37القرآن،الانبیاء۲۱:۵۸

38القرآن،الانبیاء۲۱:۶۲

39القرآن،الانبیاء۲۱:۶۳

40القرآن،الانبیاء۲۱:۶۶،۶۷

41حافظ عماد الدین،ابوالفداء،ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ،لاہور،۴/۱۶۵

42القرآن،الانبیاء۲۱:۶۸

43سید سلیمان ندوی، ارض القرآن، معارف پریس،۱۹۶۵ء،۲/۱۵۶

44غلام سرور، دعوت و تبلیغ کے آداب، ماہنامہ دعوۃ، ص ۲۴

45القرآن،البقرۃ،۲:۲۵۸

46محمد عبدالرحمٰن، سیرت انبیائے کرام، ص ۱۷۳

47محمد عبدالرحمٰن، سیرت انبیائے کرام، ص ۱۷۸

48القرآن،الشعراء۲۶: ۱۶۱تا۱۶۴

49القرآن،ھود۱۱: ۷۸تا۸۰

50قصص القرآن،۱/۳۴۸

51القرآن،الشعراء،۲۶:۱۸۰

52القرآن،ھود۱۱:۸۶

53القرآن،ہود،۱۱:۸۸

54القرآن،الاعراف۷:۸۶

55القرآن،ہود،۱۱ : ۸۸تا۹۰

56القرآن،الشعراء،۲۶:۱۸۳،۱۸۴

57القرآن،طٰہٰ،۲۰:۴۴

58تدبر قرآن،۵/۵۳

OPEN ACCESS

CC BY

59 القرآن،طٰہٰ،۲۰: ۴۲تا۴۴

60 القرآن،الشعراء،۲۶:۱۸،۱۹

61 القرآن،الشعراء،۲۶:۲۰

62 القرآن،الشعراء،۲۶:۲۱

63 القرآن،الشعراء۲۶:۲۷

64 القرآن،الشعراء۲۶:۲۸

65 پروفیسر غلام سرور، دعوت و تبلیغ کے آداب،ماہنامہ دعوۃ،ج۱۰،شمارہ ۱۲، ص ۲۴، مئی ۲۰۰۴ء

66 القرآن،الشعراء۲۶:۲۲

67 القرآن،الشعراء،۲۶:۲۳

68 القرآن،الشعراء،۲۶:۲۵

69 القرآن،الشعراء،۲۶:۲۶

70 سیرت انبیائے کرام،۴۵۸/۱

71 القرآن،الانبیاء،۲۱:۹۱

72 القرآن،البقرۃ،۲:۸۷

73 القرآن، آل عمران،۳:۴۹

74 القرآن، مریم، ۱۹:۴۳

75 القرآن،الانبیاء،۲۱:۷۴

76 القرآن،الانبیاء،۲۱:۷۹

77 القرآن،یوسف،۱۲:۲۲

78 القرآن، آل عمران،۳:۴۸

79 القرآن،الزخرف،۴۳:۶۳

80 القرآن، آل عمران۳:۵۲

81 انجیل لوقا

CC BY